اٹھارہویں صدی عیسوی کا ہندوستان

محمد سرور

تاریخ میں یہ بارہا ہو چکا ہے کہ جب بڑی بڑی سلطنتیں بنتی ہیں، اور ان کے زیر سایہ کافی عرصہ تک ان کی رعایا کو امن نصیب ہوتا ہے تو اس میں آہستہ آہستہ بیداری کے جذبات نشو و نما پانے لگتے ہیں، اور جیسے ہی ان سلطنتوں میں ضعف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، جو کہ فطری طور سے ناگزیر ہوتا ہے، تو محکوم رعایا کے جان دار طبقے آزادی کے لئے کوشش کرتے ہیں، اور اکثر اوقات ان کی یہ کوششیں کامیاب ہو جاتی ہیں چنانچہ بڑی سلطنتیں ختم ہو جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نئے طبقے مسند اقتدار پر آ جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسلام جہاں بھی پہنچتا تھا خواہ بحیثیت ایک حکمراں طاقت کے، یا بطور ایک تبلیغی مذہب کے، اس سے وہاں کے عوام متاثر ہوتے تھے، چنانچہ بعض تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے، اور اس طرح ملت اسلامی کا جزو بن جاتے، لیکن جو اسلام نہ لاتے، وہ بھی اس کی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ توحید اور مساوات، اسلام کا یہ عقیدہ و عمل، دو ایسی چیزیں تھیں، کہ ان کی غیر مسلم عوام کے استحصال پسند مذہبی طبقوں پر براہ راست زد پڑتی تھی اور ان کا تقدس و اقتدار متزلزل ہوتا تھا شروع شروع میں مثال کے طور پر اسلام ایران پہنچا، ایرانیوں نے اسے اپنایا اور ڈیڑھ صدی نہیں گزری تھی کہ وہ از سر نو ایک زندہ قوم بن گئے۔ ان کی سیاسی آزادی بحال ہو گئی۔ ان کی زبان دوبارہ زندہ ہو گئی۔ اور علوم و فنون کو ترقی دینے اور تہذیب و تمدن کو مالا مال کرنے میں انہوں نے جو کچھ کیا وہ اسلامی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔ یہی مثال تاتاریوں اور ترکوں کی ہے وہ اسلام کو اپنا کر کہاں سے کہاں پہنچے اور انہوں نے کتنی شاندار حکومتیں قائم کیں، یہ سب کو معلوم ہے۔

برّاعظم یورپ میں اسلام بحیثیت ایک حکمراں طاقت کے ایک خاص رقبے سے آگے نہ بڑھ سکا،

لیکن یورپ کو قرون مظلمہ سے نکالنے، وہاں نشاۃ ثانیہ کو بروئے کار لانے اور روما کی پاپائیت کے خلاف مذہبی اصلاح کی تحریک کو جنم دینے میں ان اسلامی اثرات کا جو اسپین، سسلی اور مشرق قریب کے ملکوں سے یورپ میں پہنچے، اور وہاں ان دُور رس تبدیلیوں کا باعث بنے، کتنا بڑا حصہ ہے، اس سے تاریخ کا کوئی طالب علم انکار نہیں کر سکتا۔ کم و بیش یہی مثال برصغیر پاک و ہند کی ہے، گو ایک وقت ایسا آیا کہ اس پوری سرزمین پر اسلام بحیثیت ایک سیاسی حکمراں طاقت کے مسلط ہو گیا، لیکن وہ یہاں کے عوام کو اس طرح اپنا نہ سکا، جیسے اس سے پہلے وہ ایرانیوں اور تاتاریوں اور ترکوں کو اپنا چکا تھا، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد اس کے غیر مسلم عوام میں جو مذہبی، ذہنی، سماجی اور بعد میں سیاسی تبدیلیاں ہوئیں یا تو اسلامی اثرات کی وجہ سے نہ تھیں یا وہ ان کا ردّ عمل نہ تھا۔

ڈاکٹر تارا چند نے اپنی مشہور کتاب "انڈین کلچر پر اسلام کے اثرات" میں لکھا ہے کہ ہندو مذہب میں اصلاحی تحریک کی بنا سب سے پہلے جنوبی ہند میں پڑی، جہاں کہ اسلام بطور ایک غیر فوجی طاقت کے پہنچا، اور وہاں کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ آزادی سے ملنے جلنے کا موقع ملا، اور وہ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوئے۔ سیاسی بیداری کی ابتدا بالعموم مذہبی اصلاحی تحریکوں سے ہی ہوا کرتی ہے۔ جب اسلام کے زیر اثر یا اس کے ردّ عمل میں ہندوؤں میں مذہبی اصلاحی تحریکیں اٹھیں، تو لامحالہ آگے چل کر انہوں نے سیاسی بیداری کی شکل اختیار کی اور ہندوؤں کے یہ طبقے سیاسی آزادی کے لئے جد و جہد کرنے لگے۔

سنہ ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ جب محمود غزنوی نے ہندوستان پر اپنے تاریخی حملے شروع کئے، تو گو ابتدا میں اس کا کچھ مقابلہ ہوا، لیکن اس کے بعد میدان بالکل صاف تھا۔ غزنویوں کے بعد جب غوری اور خلجی آئے، تو انہیں برصغیر کی تسخیر اور بھی آسان ہوئی۔ محمد بن بختیار خلجی کے متعلق تاریخوں میں لکھا ہے کہ اس نے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ بہار اور بنگالے کے وسیع علاقے اسلامی حکومت میں شامل کئے اور بنگالے کی راجدھانی تو اس نے فقط اٹھارہ سو سواروں کی مدد سے فتح کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان میں شمالی اور وسط ہند کے راجپوتوں کے سوا کہیں بھی ہندوؤں کوئی فوجی گروہ بندی نہیں تھی، کہ وہ مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ کرتی۔ چنانچہ جب راجپوت زیر ہو گئے، تو مسلمانوں کے سامنے پورا ہندوستان کھلا تھا۔ اور اسے فتح کرنے میں انہیں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔

لیکن ۱۷۰۷ء میں پچاس سال کی حکومت کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہوتا ہے تو جنوبی ہند میں مرہٹے سر اٹھا رہے تھے۔ اور ان کی حالت یہ تھی کہ "ہر مرہٹہ کاشت کار سپاہی تھا۔ جو کبھی شیواجی کے کسی خوردسال جانشین کی زیر قیادت اور کبھی کسی من چلی رانی کی متابعت میں مغلوں کے لئے عذاب جان بنا ہوا تھا۔...... مرہٹوں میں ابھی ابھی پندھرپور کی مذہبی تحریک نے نئی روح پھونک دی تھی۔ وہ اب ایک زندہ قوم بن رہے تھے۔ اس نئی تحریک کے زیر اثر ان کی شخصی اور خاندانی نزاعیں بڑی حد تک دب گئی تھیں۔ اور ان کا ہر فرد مغلوں کے مقابلے میں قلمے، قدمے، درمے جس طرح بھی ہو سکتا تھا، برسرکار تھا۔" شمال میں گورونانک جی کے ماننے والے گورو گوبند جی کے زیر اثر ایک فوجی طاقت بن گئے تھے دہلی کے گرد و نواح میں ہندو جاٹوں میں بیداری پیدا ہو گئی تھی اور وہ اپنی تنظیم کر رہے تھے اس کے علاوہ اسلامی سلطنت کے زیر سایہ ہندو عوام کو جو دو تین سو سال کا پُر امن دور ملا تو ان میں مذہبی اصلاح کے ساتھ ساتھ سیاسی بیداری بھی پیدا ہو گئی تھی جیسا کہ شروع میں بتایا گیا ہے، جب بڑی بڑی سلطنتوں کو حکومت کرتے ایک عرصہ گزر جائے، اور اس کے تحت ان کی رعایا کو امن و امان میسر آئے تو رعایا میں اس طرح کی سیاسی بیداری کا پیدا ہونا فطری ہوتا ہے، چنانچہ جیسے اور ملکوں اور قوموں میں ہوا، وہی اس برصغیر میں بھی ہونا لازمی تھا، ہندو عوام بالعموم اور ہندوؤں کے جنگ جو طبقے جیسے مرہٹے، سکھ اور جاٹ بالخصوص بیدار ہو گئے تھے۔ ان کی فوجی تنظیمیں بن گئیں۔ اور وہ سیاسی آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ جہاں تک راجپوتوں کا تعلق ہے، بے شک وہ اکبر کے زمانے سے مغل سلطنت کے حلیف چلے آتے تھے اگرچہ عالمگیر کی پالیسی سے وہ ناخوش تھے، لیکن بحیثیت ایک فوجی طاقت کے ان کا اب وہ دم خم نہیں رہا تھا۔ اور ان کی جگہ ہندوؤں کے نئے فوجی طبقوں نے لے لی تھی،

اب ایک طرف ہندوؤں کی یہ فوجی تنظیمیں تھیں، جو ایک نئے ولولۂ زندگی سے سرشار تھیں۔ وہ بہت حد تک عوامی بھی تھیں ان میں نئی نئی مذہبی بیداری کا زبردست جذبہ کارفرما تھا اور دوسری طرف وسیع و عریض مغل سلطنت تھی جسے مسلسل حکومت کرتے کوئی ۱۵۰ سال ہو گئے تھے۔ ایک شخصی شہنشاہی نظام جو اتنے طویل عرصے تک صاحب اقتدار رہے، اس میں جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، وہ اس مغل سلطنت میں بافراط تھیں اور انہوں نے اسے اندر سے گھن کی طرح کھا لیا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر کا وقائع نگار محمد ساقی مستعد خاں "مآثر عالمگیری" میں جلوس عالمگیری کے انچاسویں سال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

" آخر کار مرض نے شدت اختیار کی اور جہاں پناہ پر ضعف کی وجہ سے غشی طاری ہونے لگی۔ حضرت کی علالت سے لشکر میں ایک بے چینی پھیل گئی اور مخلوق خدا نے اس حیات پر موت کو ترجیح دی۔ ہر چہار جانب وحشت ناک خبریں شائع ہوئیں۔ اور عظیم الشان شورش برپا ہوگئی۔ پست فطرت کم حوصلہ افراد نے یہ خیال کرکے کہ اس زمین میں جہاں کہ دشمن ہر طرف سے غارت گری کے لئے آمادہ ہے، بادشاہ کی علالت ہماری کامیابی کا بہترین ذریعہ ہے ان تیرہ بختوں نے ارادہ کیا کہ فتنہ و فساد کا بازار گرم کریں، لیکن رحمت الٰہی نے مخلوق خدا کی یاوری کی اور دس بارہ روز شدید بیماری کے بعد قبلۂ عالم کی حالت بہتر ہوگئی۔"

اس وقت عالمگیر دکن میں تھا اور مرہٹوں کے خلاف مغل فوجوں کی خود کمان کر رہا تھا۔ اس کے وقائع نگار نے یہ جو حالت بتائی ہے، خود لشکر شاہی کی ہے، جس میں عالمگیر بنفس نفیس موجود تھا۔ دور دراز صوبوں میں شاہی کارندوں کا کیا حال ہوگا۔ اس کا اندازہ اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔

جہاں تک خود عالمگیر کا تعلق ہے اس کی ذاتی خوبیوں، تقویٰ اور مشقت پسندی کی زندگی میں کوئی کلام نہیں ملیکن اس کے سپہ سالاروں اور سپاہیوں میں آرام طلبی، غداری، فرض ناشناسی، اور خود غرضی جیسی قبیح خصلتیں گھر کر چکی تھیں اور اخلاقی حالت میں وہ اپنے مرہٹے مخالفوں سے پست درجے پر تھے۔ مغل فوج میں صرف آرام طلبی اور محنت سے جی چرانے کا مرض ہی نہ تھا، بلکہ ان میں غدار اور نمک حرام بہت تھے۔ جس کثرت سے مغل سپہ سالار مرہٹوں سے مل جاتے تھے، اس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی اور تو اور مغل شہزادے اور اورنگ زیب کے بیٹے اس سے بالاتر نہ تھے۔ دشمنوں سے ساز باز کرنے اور اپنی نالائقی اور غفلت شعاری سے ان کا ہاتھ بٹانے کے علاوہ مغلوں نے اب ایک نئی بات یہ سیکھی تھی کہ لڑنے سے جی چراتے اور اگر انہیں کہیں خطرات کا سامنا کرنا پڑتا تو بجائے ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے راہ فرار اختیار کرتے اور لطف یہ ہے کہ اس "فن کثیف" میں بادشاہ کے بھائی بند تورانی اور "بدمذہب" ایرانیوں سے بڑھے ہوئے تھے۔"

یاد رہے کہ امرائے سلطنت، سپہ سالارانِ افواج اور لشکریوں کی یہ حالت ایک ایسے فرمانروا کے

دور میں تھی، جو صاحب "مآثر عالمگیری" کے الفاظ میں "مذہبی معاملات کے بے حد پابند تھے۔ حنفی المذہب سنی تھے اور اسلامی فرائض خمسہ کی پابندی اور ان کے اجرا میں بے حد کوشاں رہتے تھے۔ حضرت ہمیشہ با وضو رہتے اور کلمہ طیبہ، نیز دیگر اوراد و وظائف ہر وقت زبان پہ جاری رکھتے تھے۔ نماز اول وقت مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے ... جمعہ کی نماز مسجد میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ادا فرماتے۔ منکوحہ عورتوں کے سوا کسی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ کبھی غیر شرع لباس زیب تن نہیں فرمایا۔ اور چاندی اور سونے کے برتنوں کے استعمال سے ہمیشہ پرہیز فرماتے رہے۔"

بادشاہ کے ان اعلیٰ اوصاف کے باوجود اس کے عمائد و ارکان کی اس حد تک پستی اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ مغل نظام شہنشاہی اپنی تمام افادیت اور توانائی کھو چکا تھا۔ اور اس کی تباہی مقدر ہو چکی تھی۔ خود عالمگیر کو اس کا احساس تھا۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے "حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بہ حلیہ راستی و کاردانی آراستہ باشد، می خواہم، یافتہ نمی شود، از نایابی آدم کار، آہ، آہ"

وہ بار بار اپنے رقعات میں دیانت دار کاردان ملازموں کی کمی پر آنسو بہاتا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔ "آدم ہوشیار امانت دار، خدا ترس، آباداں کار کمیاب۔

آنچہ بر جستیم وکم دیدیم دل بسیار ست ونیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیار ست ونیست"

شہنشاہی نظام حکومت کا یہ طبعی ضعف بجائے خود ایک ایسا مزمن مرض تھا کہ اس سے مغل سلطنت کا جان بر ہونا مشکل تھا، لیکن ہوا یہ کہ جہاں ایک طرف نئے بیدار شدہ ہندو فوجی عناصر روز بروز زور پکڑتے جاتے تھے، وہاں دوسری طرف خود یہ مغل سلطنت جن حکمراں عناصر سے مرکب تھی، وہ ایک دوسرے کے در پئے آزار تھے اور ایک دوسرے کو مٹانے پر تل گئے تھے۔ عالمگیر کے عہد میں راجپوت تو مغل سلطنت کے فعّال عنصر رہے ہی نہیں تھے۔ اور "مآثر عالمگیری" کے الفاظ میں "غیر مسلم افراد حتی الوسع عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز نہیں کیے جاتے تھے"۔ شاہی خاندان، تورانی، ایرانی اور پٹھان، یہ ارکان تھے مغل سلطنت کے تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے مغل شہزادوں میں برابر جو باہمی کشمکشیں ہوتی رہیں اور خاص طور سے شاہجہاں کی زندگی ہی میں اس کے بیٹوں کی

آپس کی جنگوں اور خود عالمگیر کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں کی باہم لڑائیوں نے شاہی خاندان سے امراء سپہ سالاران افواج کی وفاداری کے رشتہ کو کافی کمزور کردیا، اور ظاہر ہے شخصی حکومتوں میں اس قسم کی شخصی وخاندانی وفاداری بڑی ضروری ہوتی ہے۔ تورانی خاندان شاہی کے ہم قوم تھے۔ وہ اتفاق سے سنی تھے اور ایرانیوں سے جو شیعہ المذہب تھے، ان کی ٹھن گئی تھی۔ غوریوں سے لے کر لودھیوں تک جتنے بھی خاندان تخت دہلی پر آئے وہ سب سنی حنفی تھے۔ جب ہمایوں نے ایرانیوں کی مدد سے دوبارہ تخت حاصل کیا تو ہندوستان میں درحقیقت ایرانی یعنی شیعی اثر شروع ہوتا ہے۔ عالمگیر کے بعد تورانی اور ایرانی نزاع شدت اختیار کر گیا، اور سادات بارہ کے ہاتھوں جو شیعہ تھے، مغل شہنشاہ فرخ سیر کے قتل نے اس نزاع کو اتنا تیز کردیا کہ فریقین ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے غیر مسلم فوجی عناصر کی مدد لینے لگے۔

پٹھان شروع سے مغلوں کے خلاف تھے۔ کیونکہ بابر اور ہمایوں نے دہلی کا تخت انہیں سے چھینا تھا۔ اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں وہ بھی تورانیوں، ایرانیوں اور راجپوتوں کی طرح مغل سلطنت کے وفادار رہے، لیکن عالمگیر کے دور حکومت میں اٹک پار کے پٹھانوں میں بھی مرہٹوں جاٹوں اور سکھوں کی طرح سیاسی آزادی کے جذبات ابھرنے لگے اور خوشحال خاں خٹک نے اپنی شاعری کے ذریعہ پٹھانوں کو مغلوں کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ خوشحال خاں خٹک کو شروع میں تو عالمگیر کی ذات سے شکایات پیدا ہوئی تھیں لیکن "آہستہ آہستہ اس عداوت نے ایک قومی رنگ اختیار کر لیا۔ اور اس نے تلقین شروع کی کہ افغان پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرلیں۔ اس نے کئی نظموں میں قدیم افغان بادشاہوں کا ذکر کرکے افغانیوں کو ابھارا ہے۔" اس کے قصیدے کا ایک شعر ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

جب صورت حالات یہ ہو تو دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں کہ یا تو مغل دنیا سے نیست ونابود ہوجائیں یا افغان تباہ ہوجائیں۔

پٹھان لودھیوں کے زمانے میں کافی تعداد میں ہندوستان میں آباد ہوچکے تھے۔ شیر شاہ نے انہیں متحد اور منظم کرکے ہمایوں کو شکست دی اور مغلوں سے ہندوستان کی بادشاہی چھین لی۔ ایک مورخ کے الفاظ میں "یہ قاعدہ مقرر تھا کہ ایک لاکھ پچاس ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے بندوقچی توڑہ دار ہمیشہ رکاب سعادت

ما آب میں رکھتا تھا۔ اور بعض سفر میں اپنے ساتھ زیادہ فوج رکھتا تھا۔" اطراف ملک میں پھیلے ہوئے قلعوں میں متعین فوجوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ اور اس کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ آخری زمانے میں اٹک پار سے بہت زیادہ تعداد میں پٹھان آئے، اور وہ دہلی کے شمال مشرق میں آباد ہو گئے۔ اور روہیلے کہلائے۔ تورانیوں اور ایرانیوں کے بعد یہ تیسری مسلمان فوجی طاقت تھی، جس کا عالمگیر کے بعد زور بڑھا۔ اور ان کی وجہ سے مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں "ایرانی و تورانی عناصر کے ساتھ اب ملک اور دربار دونوں میں ایک جدید موثر عنصر کا اضافہ ہو گیا۔" اور ان میں سے ایک سردار غلام قادر روہیلہ نے بعد میں عالمگیر کے ایک جانشین شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکال لی تھیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کی سیاسی تحریک کا چونکہ ان روہیلوں اور اٹک پار آباد پٹھانوں سے بڑا تعلق رہا ہے اس لئے قدرے تفصیل سے ان کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

یوں تو ہندوستان میں مغلوں سے پہلے سے ہی پٹھانوں کی آبادیاں چلی آتی تھیں لیکن ان کے آخری دور میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہ بہت بڑی تعداد میں ہندوستان آ گئے۔ ادہر نادر شاہ کے قتل کے بعد افغانستان میں شاہ ابدالی کی حکومت قائم ہو گئی اور مختلف اسباب و وجوہ کی بنیاد پر ایک دفعہ نہیں بلکہ مسلسل تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ صف روہیلوں کے جرگوں کے ساتھ لے کر شاہ ابدالی نے ہندوستان پر سات حملے کئے، جن میں سب سے اہم حملہ وہی تھا، جو پانی پت کی "مرہٹہ جنگ" کے نام سے مشہور ہے۔

مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد جب شاہ ابدالی واپس گیا تو اس نے بادشاہی تو تورانیوں میں رکھی۔ وزارت ایرانیوں کے سپرد کی اور امیر الامراء ایک روہیلہ سردار نجیب الدولہ کو بنایا۔ روہیلے تورانیوں کی طرح سنی تھے، بلکہ ان سے زیادہ اس معاملے میں متشدد تھے۔ چنانچہ ہندوستان کی اسلامی سیاست میں اس نئے عنصر کی آمد سے شیعہ سنی نزاع اور شدید ہو گیا۔ لیکن بہرحال اب روہیلے اسلامی ہند کی ایک بڑی طاقت تھے[1] اس ضمن میں

---

[1] "ابدالی کا یہ اقدام بہت مناسب تھا کہ اس نے سلطنت ہند کی نگرانی ایک ترقی پذیر طاقت کے حوالے کی، مگر بدقسمتی یہ تھی کہ یہ ترقی پذیر طاقت سیاسی گٹھ جوڑ میں تنہا تھی۔ ... اور اس تنہائی کے باوجود اندرونی رقابتوں میں مبتلا تھی"۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی

علامہ محسن مصنف "الیانع" لکھتے ہیں :۔

"جب احمد شاہ ابدالی جو درانی کے لقب سے مشہور ہیں اور افغانی کوہستانوں کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہیں، ان کا تسلط دہلی پر ہو گیا۔ اور دلی کی گلیوں میں بکثرت ان کی قوم کے لوگ بھر گئے۔ اور یہ لوگ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں تھے"۔

بعد میں اگرچہ شجاع الدولہ نواب اودھ اور انگریزوں نے مل کر ۱۷۷۴ء میں روہیلوں پر یورش کی، اور ان کا قتل عام کیا۔ لیکن اس کے باوجود بچے کھچے روہیلوں کی انگریزی دورِ حکومت میں بھی رامپور، ٹونک[1] اور بھوپال کی ریاستیں موجود رہیں۔ اس زمانے میں تو ان کی بہت بڑی طاقت تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب ۱۷۰۳ میں پیدا ہوئے، اس کے چار سال بعد اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہوا۔ اس وقت ہندوستان کے اندر مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جو فوجی جمعیتیں تھیں، ان کا مختصر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ عالمگیر کے بعد اس کا بیٹا بہادر شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کی موت پر معزالدین جہاندار شاہ اور فرخ سیر میں جنگ ہوئی۔ آخر الذکر کامیاب ہوا۔ اور اس کی یہ کامیابی تمام تر سادات بارہ کے دو بھائیوں کی وجہ سے تھی، جو اب اصل حکمراں تھے بعد میں فرخ سیر انہیں دو بھائیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کو بادشاہ بنایا۔ تین چار مہینے کے اندر دونوں ختم ہو گئے۔ ان کا جانشین محمد شاہ بنا، جسے برسرِ تخت

---

[1] ان چار طاقتوں کے علاوہ ۔۔۔ ایک پانچویں بڑھتی ہوئی آزاد طاقت تھی، جس کو وقت کا کوئی مبصر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ یہ روہیلکھنڈ کے افغانوں کی طاقت تھی، جن کی قیادت سنبھل (ضلع مرادآباد) کا ایک حوصلہ مند افغان زادہ امیر خاں کر رہا تھا۔ امیر خاں کے ساتھ روہیلکھنڈ اور شمالی ہند کے دلیر اور حوصلہ مند پٹھانوں اور سپاہ پیشہ نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد اور طاقت ور جمعیت رہتی تھی ۰۰۰۰ ۱۲۱۵ھ میں جب وہ سرونج کی طرف گئے ہیں تو ستر اسی سوار اور پیادہ ان کے ہمراہ تھے"۔ (سیرت سید احمد شہید)

جب انگریزوں سے نواب امیر خاں کی صلح ہوئی تو انہیں ٹونک کی ریاست دی گئی۔

لانے والے یہی دو بھائی تھے۔ لیکن تورانیوں کے سردار نظام الملک آصف جاہ کی کوششوں سے وہ قتل کر دیئے گئے۔ اور ایک بار پھر تورانی امیروں کو دربار شاہی میں غلبہ حاصل ہو گیا۔ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۷ء میں نادر شاہ حملہ آور ہوتا ہے اور دہلی کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے۔ نادر شاہ کا دہلی میں آنا شرفاء اور امراء، عوام اور خواص کے لئے تباہی کا پیغام تھا، معمولی سے جھگڑے پر دہلی کے تیس ہزار باشندے تہ تیغ کر دئے۔

نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی پر جو کچھ گزری، شاہ عبدالعزیز کی زبانی یوں اسے بیان کیا گیا ہے:۔ آپ نے نادر شاہی قتل[۱] اور پرانی دلی کے شریفوں کے اس ارادہ کا ذکر فرمایا کہ وہ "جوہر" کا قطعی طور پر ارادہ کر چکے تھے۔ پھر والد صاحب نے ان کے جواب میں امام علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا (ملفوظات) نادر شاہ نے جس طرح دلی کو لوٹا۔ فریزر نے لکھا ہے کہ مال غنیمت کا اندازہ ستر کروڑ تھا۔ آنند رام مخلص کا خیال ہے کہ صرف جواہرات کی قیمت پچاس کروڑ سے کم نہ ہو گی۔ اسی مال غنیمت میں تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا بھی تھا۔ اور تین سو ہاتھی۔ دس ہزار گھوڑے اور اتنے ہی اونٹ تھے[۲]۔ گپتا کا بیان ہے کہ نادر شاہ کے حملے نے مغل حکومت کے رعب داب کو عوام کے دلوں سے ختم کر دیا[۳]

محمد شاہ افیون کے استعمال کے باعث اپنی صحت خراب کر بیٹھا۔ اور محل سے کم نکلتا تھا۔ یہی گپتا

---

[۱] اس قتل عام میں مرنے والوں کا اندازہ آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک کیا گیا ہے۔ (تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی)

[۲] بائیس کروڑ روپے نقد خزانہ شاہی سے اور تقریباً نوے کروڑ کے جواہرات اور تخت طاؤس وغیرہ قلعہ سے لوٹے گئے (عماد السعادت۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی)

[۳] اس مالی بربادی اور تباہی کے علاوہ سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ملکی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ شمال مغرب میں دریائے سندھ تک کا پورا علاقہ اور پنجاب کے چند محال کا دہلی کے بجائے ایران کے ساتھ باقاعدہ الحاق کر دیا گیا۔ مشرق میں علی وردی خاں مہابت جنگ نے موقع غنیمت دیکھ کر مستقل حیثیت اختیار کر لی اور اس طرح بنگال، بہار اور اڑیسہ مرکز سے علیحدہ ہو گئے۔

ایک معاصر مورخ کا یہ بیان نقل کرتا ہے۔ جب کسی علاقے میں مرہٹوں کے حملے کی خبر پہنچتی تو بجائے امداد بھیجنے کے، بادشاہ اور وزیر عیش وعشرت اور سیر و شکار میں مشغول ہو جاتے تاکہ یہ غم دور ہو سکے۔ اس طرح ملک کے مالیہ کی صورت بھی ابتر ہو گئی۔ اور فوج کی تنخواہوں کا بھی خیال نہ تھا۔ (مومن۔ حالات زندگی)

جب بادشاہ کی یہ حالت ہو، تو امراء داد عیش دینے میں اس سے پیچھے کیوں رہتے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو تنخواہ نہ دے سکتے اور سپاہی آئے دن ان کے خلاف بغاوت کرتے رہتے۔ اس ضمن میں محمد شاہ کے ایک سردار عمدۃ الملک امیر خاں انجام کا خود اس کے سپاہیوں کے ہاتھوں جو حشر ہوا۔ مذکورہ بالا کتاب "مومن" کے مصنف نے اس کا یوں ذکر کیا ہے :۔ "محمد شاہ کے اشارے سے اس کے پرانے ملازم نے کسی سابقہ رنجش کی بنا پر دیوان خاص میں داخل ہوتے وقت اسے قتل کر دیا۔ اس کے مکان پر لاش لے جائی گئی تو ملازموں نے تجہیز و تکفین نہ ہونے دی۔ فوج کی چودہ ماہ کی تنخواہ اس پر واجب تھی۔ بادشاہ نے ضبطی مال کا حکم دیا۔ لیکن تعمیل کیسے ہوتی آخر اس کا سامان فروخت کر کے فوج کو تنخواہ دی گئی۔ پھر کہیں چار دن کے بعد اسے دفن کیا گیا

نادر شاہ کے حملے سے پہلے ہی مرہٹے شمالی ہند کا رخ کر چکے تھے۔ مرہٹوں نے نواح دہلی پر یلغار[1] کی اور اسے خوب لوٹا۔

---

[1] سلطنت اودھ کے بانی برہان الملک نواب سعادت خاں اور بانی سلطنت آصفیہ نظام الملک آصف جاہ میں مغل بادشاہ کو اپنے زیر اثر رکھنے میں برابر کشمکش ہوتی رہی سید برادران کے قتل کے بعد محمد شاہ پر برہان الملک کا اثر بڑھ گیا۔ اس کے توڑ کے لئے نظام الملک نے مرہٹوں کو دہلی کا راستہ دکھایا اور اس طرح مرہٹے پہلی بار شمالی ہندوستان آئے۔ برہان الملک نے اس کا بدلہ نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دے کر لیا نظام الملک نے نادر شاہ کو دو کروڑ روپے دے کر واپس جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ لیکن برہان الملک نے یہ چال ناکام بنا دی اور اسے دہلی چلنے کا لالچ دیا۔ جس کا نتیجہ دہلی کی تباہی و بربادی نکلا۔ انہیں دنوں برہان الملک کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا داماد اور بھانجا صفدر جنگ جانشین بنا۔ اور اس کا بیٹا شجاع الدولہ تھا۔ جو جنگ پانی پت میں ابدالی کے ساتھ تھا۔ اور بعد میں اس نے انگریزوں کی سربراہی قبول کر لی تھی۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی

مرہٹوں کو شمالی ہند کی تاخت و تاراج پر آمادہ کرنے والا نظام الملک آصف جاہ تھا۔ ایک تو وہ اس طرح ان کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنی سلطنت کو مستحکم کر سکے، دوسرے وہ مرہٹوں کے ذریعہ بادشاہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ مغل سلطنت اور شمالی ہند کو مرہٹوں کی ان یلغاروں سے خواہ کتنا بھی نقصان پہنچا ہو، لیکن نظام الملک اور اس کے خاندان کی دکن میں سلطنت قائم ہو گئی۔ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ پھر ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء سے احمد شاہ ابدالی کے حملے شروع ہو گئے۔

نادر شاہ کے قتل و غارت نے دہلی کو اقتصادی لحاظ سے تباہ کر دیا تھا۔ "صوبے مرکزی حکومت سے آزاد ہو چلے تھے۔ مہابت خاں بنگال و بہار میں مختار بنا بیٹھا تھا۔ نظام الملک دکن میں۔ اودھ کے صوبے میں صفدر جنگ کی حکومت تھی۔ اور فرخ آباد میں بنگش رئیس اور روہیل کھنڈ میں روہیلہ سردار آزاد ریاستوں کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ دلی کے برابر سورج مل جاٹ اپنی طاقت بڑھا رہا تھا۔ راجپوت بھی مرہٹوں سے کم نہ تھے۔ (یہ وقت تھا) کہ احمد شاہ کے حملے ہندوستان پر شروع ہو گئے۔"

جنوری ۱۷۴۸ء میں ابدالی لاہور پر حملہ آور ہوا۔ قصور کا افغان حاکم ابدالی کے ساتھ مل گیا۔ اور مغل صوبے دار کو شکست ہوئی۔ ابدالی کی فوجوں نے لاہور کی مضافاتی بستی بیگم پورہ کو بے دریغ لوٹا۔ اسی ایک بستی سے درانی فوج کو اتنا کچھ ہاتھ آیا کہ اسے باقی لاہور کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہ رہی، اس زمانے میں لاہور سولہ سترہ میل میں پھیلا ہوا تھا۔ عالمگیر کے بعد بیرونی حملوں اور اندرونی بدامنی کی وجہ سے شہر تباہ ہو گیا۔ اور شہر پناہ تک محدود ہو کر رہ گیا۔

ابدالی لاہور میں تھا کہ عید کی تقریب ہوئی۔ اس نے عید کی نماز مسجد وزیر خاں میں ادا کی۔ مسجد کے خطیب مولانا محمد صدیق نے خطبے میں ابدالی کو السلطان العادل کہا۔ اس پر مولانا مذکور کے استاد مولانا شہر یا چلا ہور کی مسجد چینیاں والی میں درس دیا کرتے تھے اور بڑے صاحب دل بزرگ تھے اس موقع پر موجود تھے، نماز کے بعد بلند آواز سے کہنے لگے۔

احمد شاہ ابدالی اور اس فوج کے ظلم و ستم سے سارا شہر نالاں ہے کون سا ظلم ہے جو افغانوں نے اہل شہر پر روا نہیں رکھا۔ اسلام ایسے بادشاہ کو عادل کہنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

ابدالی نے جھلّا کر مولانا شہریار کو ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کی طرف شہر بدر کر دیا۔

(ماخوذ از رسالہ الاعتصام۔ لاہور) یہ محمد شاہ کا زمانۂ حکومت تھا۔

دوسرے حملے پر ابدالی کے مقابلے کے لئے دلّی سے ولی عہد احمد شاہ روانہ ہوئے۔ اتفاق سے سرہند کے مقام پر ابدالی کے ذخیرہ آلات آتشیں میں آگ لگنے سے انہیں فتح ہوئی، لیکن کچھ دن بعد محمد شاہ کا جسے تاریخ میں "رنگیلا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انتقال ہو گیا۔ احمد شاہ کی والی اودھ صفدر جنگ نے واپسی پر پانی پت کے قریب رسم تخت نشینی کرائی۔ جس کے معاوضے میں شاہی دربار میں اس کا اثر بڑھ گیا۔ اور اس طرح تورانی پارٹی پر ایرانی پارٹی غالب آئی۔ چنانچہ ایک طرف ان کی باہمی کش مکش بڑھی، دوسری طرف صفدر جنگ نے جاٹوں اور مرہٹوں سے امداد لے کر روہیلوں سے جنگ چھیڑ دی اس دوران میں ابدالی کا پھر حملہ ہوتا ہے۔ اور اسے لاہور اور ملتان کے صوبے دیکر صلح کر لی جاتی ہے۔ صفدر جنگ بھی روہیلوں سے صلح کر کے اپریل ۱۷۵۲ء میں پچاس ہزار مرہٹوں کو ساتھ لیکر جمنا کے کنارے پہنچا، اس وقت تک ابدالی واپس جا چکا تھا۔ اس نے مرہٹوں کو ۵۰ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ اسے پورا کرنے سے قاصر رہا۔ تو انہوں نے دلّی کے اطراف جوانب کو لوٹنا شروع کیا۔ آخر عماد الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ نے اس شرط پر مرہٹوں کو واپس جنوبی ہند لے جانے کی پیش کش کی کہ اسے دکن کا صوبہ دیا جائے بادشاہ مان گیا اور وہ ۱۷۵۲ء میں مرہٹوں کو لے کر دہلی سے روانہ ہو گیا۔ اس طرح لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا، لیکن مرہٹوں کے لئے شمالی ہند کے دروازے کُھل گئے تھے۔ اور وہ جب بھی موقع ملتا، ادھر کا رخ کرتے، اور تباہی و بربادی ان کے جلو میں ہوتی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، احمد شاہ کی تخت نشینی کے بعد سے دربار شاہی میں ایرانی پارٹی برسر اقتدار آگئی تھی جس کے سربراہ والیِ اودھ صفدر جنگ تھے۔ احمد شاہ کچھ عرصہ بعد اس سے ناراض ہو گیا۔ اور دربار میں تورانی امرا کا عمل دخل بڑھنے لگا۔ جن کا قائد عماد الملک غازی الدین فیروز جنگ تھا۔ آخر صفدر جنگ اور بادشاہ میں کھلی جنگ چھڑ گئی۔ صفدر جنگ نے جاٹوں سے مدد لی۔ عماد الملک نے ایک طرف شیعہ سنی کا ہنگامہ برپا کرایا اور دوسری طرف راجپوتوں اور مرہٹوں کو بلالیا چھ ماہ کی کشمکش کے بعد ۱۷۵۳ء میں اس بات پر مفاہمت ہوئی کہ صفدر جنگ اپنے صوبے اودھ کو چلا جائے۔ اب عماد الملک کو مرہٹوں کا مطالبہ زر پورا کرنا تھا اس کے

لئے اس نے سورج مل جاٹ پر حملہ کیا، جو قلعہ بند ہو گیا اور لڑائی طول کھینچ گئی۔ عماد الملک کو پتہ چلا کہ بادشاہ سورج مل جاٹ اور صفدر جنگ سے خط و کتابت کر رہا ہے اس نے سورج مل سے صلح کر لی اسی اثناء میں مرہٹوں نے شاہی کیمپ پر حملہ کر دیا (۱۷۵۴ء) بادشاہ جان بچا کر بھاگا۔ شاہی مستورات مرہٹوں کے قبضے میں آگئیں عماد الملک اور مرہٹوں نے دلّی کا رخ کیا۔ اگرچہ بادشاہ نے عماد الملک کی ہر بات مان لی لیکن اس کے باوجود اس نے احمد شاہ کو معزول کیا، اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔ اور اس کی جگہ عالمگیر ثانی کو بادشاہ بنایا گیا۔

اکتوبر ۱۷۵۶ء میں اس بادشاہ کے عہد میں ابدالی نے پھر دلّی کا رخ کیا۔ روہیلہ سردار نجیب الدولہ نے اس کا خیر مقدم کیا۔ عماد الملک نے عذر خواہی کی اور اس شرط پر اس کی وزارت بحال رکھی گئی کہ وہ روپیہ پیش کرے۔ عماد الملک دوآبہ سے رقم لانے کا وعدہ کر کے ابدالی سردار جان باز خاں کو لے کر فرخ آباد پہنچا اور یہاں سے ساز و سامان لے کر شجاع الدولہ (اودھ کے صوبے دار) کو دھمکی دی کہ وہ نذر شاہی پیش کرے۔ بڑی مشکل سے پانچ لاکھ اس کے ہاتھ لگے۔ ادھر دلی کو ابدالی کی فوج نے دل کھول کر لوٹا، شرفا کی عورتوں نے خودکشی کر لی۔ متھرا کو بری طرح لوٹا گیا۔ اور قتل عام ہوا۔ جمنا کا پانی متعفن ہو گیا۔ جب ابدالی کی فوج میں ہیضہ پھوٹ پڑا تو مجبوراً واپسی کی ٹھہرائی۔ چلتے چلتے اس نے حضرت بیگم دختر محمد شاہ سے شادی کی۔ اپنے بیٹے تیمور شاہ کی عالمگیر ثانی کی لڑکی سے۔ عالمگیر ثانی کی سفارش پر نجیب الدولہ کو امیر الامراء مقرر کیا۔ اور واپسی کے وقت دوبارہ دلی کو لوٹ کر چلتا بنا۔ لوٹ کے مال کا اندازہ نو کروڑ سے بارہ کروڑ تک کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں مولوی ذکاء اللہ خاں تاریخ ہند میں لکھتے ہیں :۔ "دلّی سے جس وقت احمد شاہ ابدالی روانہ ہوا، تو غازی الدین خاں (عماد الملک ابن نظام الملک) فرخ آباد میں تھا۔ اس نے نجیب الدولہ کی مخالفت کے سبب سے احمد خاں بنگش (والی فرخ آباد) کو امیر الامراء مقرر کیا۔ (یہ بھی روہیلہ سردار تھے) اور شاہجہاں آباد دہلی کی طرف چلا۔ مگر وہ یہ جانتا تھا کہ نجیب الدولہ کو معطل کرنا اس اکیلے کا کام نہیں ہے۔ مرہٹوں کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا۔ اس لئے اس نے رگھناتھ راؤ اور ملہار راؤ کو دکن سے بلایا اور شاہجہاں آباد کا محاصرہ کیا۔ عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ محصور ہو گئے۔ آخر میں عماد الملک نے نجیب الدولہ کو شہر سے نکال دیا اور باقی افسروں کو بھی جو بادشاہ کے طرفدار تھے نظر بند کیا۔

نجیب الدولہ تو دلی سے نکل گیا، لیکن مرہٹے ملک کے ہر حصے پر چھا گئے۔ عماد الملک نے اپنی گلو خلاصی کے لئے ان کا رخ نجیب الدولہ کی طرف موڑ دیا۔ اس اثنا میں مرہٹے پنجاب سے ابدالی کے بیٹے کو نکالنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ مرہٹوں نے پورے ملک میں آفت مچا دی تھی وہ جس علاقے کا رخ کرتے وہ تباہ و برباد ہو جاتا۔ ان کی تاخت و تاراج سے عوام و خواص سب تنگ تھے۔ نجیب الدولہ نے ابدالی سے مدد مانگی اس کی آمد پر مرہٹے پیچھے ہٹ گئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عالمگیر ثانی نے عماد الملک سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کا راز فاش ہو گیا اور اسے عماد الملک نے ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں دھوکے سے مروا دیا اور ایک شہزادے کو شاہجہاں ثانی کا لقب دے کر تخت پر بٹھایا۔ مگر کسی نے اسے بادشاہ تسلیم نہ کیا۔ شہزادۂ عالی گہر ولی عہد کو جو بنگال کی طرف گیا ہوا تھا، اپنے باپ کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے شاہ عالم ثانی کا لقب اختیار کیا، اور اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ یہ ۱۷۵۹ء ۱۱۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

اسی بادشاہ کے عہد میں پانی پت کی تیسری جنگ ہوئی، جس نے شمالی ہند میں مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ضرب کاری لگائی۔[1] پانی پت کی جنگ سے پہلے مرہٹے دلی میں داخل ہوئے۔ لال قلعہ کے دیوان خاص کی چھت اکھیڑ لی۔ محمد شاہ کی قبر اور نظام الدین اولیاء کی قبر کو لوٹا اور وہاں سے سونے چاندی کے برتن

---

[1] ابدالی کا یہ مشہور حملہ جس میں مرہٹے تباہ ہوئے، مرہٹوں کے علاوہ عماد الملک غازی الدین خاں کے خلاف بھی تھا، جس کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور ان سے نہ مغل بادشاہ محفوظ رہے تھے، نہ امراء و وزراء۔

جب پانی پت میں یہ معرکہ کارزار گرم تھا، مولانا ذکاء اللہ خاں کے الفاظ میں "وہ (عماد الملک) اپنی جان بچا کر اپنے دوست مہاراجہ بھرت پور (سورج مل جاٹ) کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔" راجہ سورج مل بھی اس لڑائی سے علیحدہ رہا، اسی طرح راجپوتوں نے بھی مرہٹوں کا ساتھ نہ دیا۔ دراصل شمالی ہند کے اکثر لوگ امراء و عوام، ہر دو بلا تمیزِ مذہب مرہٹہ گردی سے تنگ آ چکے تھے۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی

وغیرہ لے گئے۔ پانی پت کی یہ فیصلہ کُن لڑائی جنوری ۱۷۶۱ء کو ہوئی۔ جس نے ایک حد تک یہ فیصلہ کر دیا کہ ہندوستان کی عنان اقتدار کے مالک اب نہ مرہٹے ہوں گے اور نہ مسلمان، بلکہ اس سے ایک تیسری طاقت کو جو بتدریج اپنا اثر و نفوذ بڑھا رہی تھی، آگے بڑھنے کا موقع ملے گا، اور آیندہ کشورِ ہندوستان کے مالک انگریز ہوں گے۔

پانی پت سے ابدالی دلی آیا۔ اور وہاں دو ماہ قیام کیا۔ جاتے وقت اس کی فوج نے دلی کو پھر لوٹا اس تمام عرصے میں دلی کے لوگوں پر جو کچھ گذری، وہ ساری تفصیلات کتابوں میں ملتی ہیں۔ الغرض مغلوں کے طویل دورِ حکومت میں دلی کی جو عظمت و شان بنی تھی اور وہاں جو دولت و ثروت جمع ہوئی تھی وہ سب خاک میں مل گئی۔ اور میر تقی میر کے الفاظ میں "دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب" وہ ایک اجڑا دیا بن کر رہ گیا۔

۱۷۶۱ء کی جنگ پانی پت نے مرہٹوں کو اس قابل نہ رہنے دیا کہ وہ سمندر پار سے آنے والی ایک نئی طاقت کا مقابلہ کر سکتے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کے فوجی جتھوں میں اسلامی سلطنت کو برقرار رکھنے کی صلاحیت ہوتی تو احمد شاہ ابدالی جاتے وقت یہ جو انتظام کر کے گیا تھا کہ سلطنت برائے شاہ عالم جو تورانی تھا، وزارت بنام شجاع الدولہ جو ایرانی گروہ کا سردار تھا۔ اور امیر الامرائی بنام نجیب الدولہ جو روہیلوں کا سردار تھا۔ تو وہ اس انتظام کو برقرار رکھتے اور مغل سلطنت کو اس کے ہونے والے انجام سے بچاتے جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء میں ہوئی جس میں بنگال کی دیوانی انگریزوں نے حاصل کی۔ اس کے ساڑھے چار سال بعد ۱۷۶۱ء / ۱۱۷۴ھ میں جنگ پانی پت ہوئی تھی۔ ۱۷۶۴ء / ۱۱۷۸ھ میں شاہ عالم بنگال کی تسخیر کو چلا اور صوبہ دار اودھ شجاع الدولہ اس کے ساتھ تھا، ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۷۸ھ کو ان دونوں کو بکسر کے مقام پر انگریزوں نے شکست دی اور بادشاہ سے بنگال اور بہار و اڑیسہ کی دیوانی اپنے نام لکھوالی اس واقعے سے تقریباً دو سال پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کا ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔

الغرض شاہ عالم ثانی گئے تھے بنگال و بہار فتح کرنے لیکن واپس آئے ان دونوں صوبوں کو انگریزوں کے حوالے کرنے کا معاہدہ کر کے، اس معاہدے سے اگر کسی کو فائدہ پہنچا، تو وہ نجف خاں

تھا[1]۔ جو بیک وقت انگریزوں کا جاسوس تھا۔ شجاع الدولہ کا ہوا خواہ اور شاہ عالم ثانی کا ایسا معتمد کہ جب شاہ عالم دہلی پہنچا، تو یہی اس کا وزیر اعظم بنا۔ یہاں یہ بھی فراموش نہ ہونا چاہیئے کہ یہی نجف خاں ہے جس کے دور وزارت میں (۱۷۷۳ء تا ۱۷۸۲ء) میں شاہ عبدالعزیز صاحب کو بار بار جلا وطن کیا گیا طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور واجب الاحترام بزرگ حضرت مرزا مظہر جانجاناں کو شہید کرایا گیا۔ رحمہم اللہ[2]

الغرض ۱۷۰۳ء میں جب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا ہوئے تو سلطان عالمگیر کا دور حکومت تھا اور ہندوستان کی اسلامی مملکت اپنی پوری عظمت اور اس کا پایۂ تخت دلی اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ اور جب ۱۷۶۳ء میں آپ کی آنکھیں بند ہوئیں، تو وہ یہ سب تباہی و بربادی دیکھ چکی تھیں، جس کا اوپر مختصراً ذکر ہوا ہے۔ کتاب "علمائے ہند کا شاندار ماضی" کے محترم مصنف مولانا سید محمد میاں نے اس اٹھارہویں صدی پر تبصرہ فرماتے ہوئے جو جملے لکھے ہیں۔ آخر میں ہم انہیں نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں

"اس صدی کا آغاز ہوا تو قندھار سے آسام تک، نیپال اور تبت سے مالابار دکھبات تک پورے ملک کا سیاسی مرکز ایک تھا۔ مگر ابھی پہلی دھائی ختم نہیں ہوئی تھی کہ فروری ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد وہ قیامت برپا ہوئی کہ شیرازۂ ملک کا ایک ایک ورق جدا ہو گیا۔ اور یورپ کی وہی سفید فام طاقتیں جن پر عالمگیر کے دادا پردادا نے مہربانیوں اور شاہانہ عنایات کی بارشش کی تھی، جن کو عالمگیر کے باپ شاہجہاں نے شکنجۂ تادیب میں کسا تھا۔ جن کو عالمگیر نے پہلے ملک بدر کیا تھا۔ پھر معاف کر کے

---

[1] نجف خاں جوانی میں ایران سے آیا۔ اس کی بہن کی شادی شجاع الدولہ کے عم زاد بھائی محمد قلی خاں سے ہو گئی۔ شجاع الدولہ کے ہاتھ سے محمد قلی خاں کے قتل کے بعد یہ دہلی آ گیا۔ اور شاہ عالم ثانی کا مقرب بن گیا۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی)

[2] علمائے ہند کا شاندار ماضی

تجارت کی اجازت دی تھی، ابھی سو سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ عالمگیر کی راجدھانی پر ان کا تسلط اور عالمگیر کا پوتا شاہ عالم ان کا وظیفہ خوار تھا (۱۸۰۳ء)"

الغرض صاحب موصوف کے الفاظ ہیں۔

"یہ وہ انقلاب آفریں اور ہنگامہ خیز صدی تھی، جس میں ایک شاہنشاہت کا آفتاب ڈھلتے ڈھلتے غروب کے قریب پہنچ رہا تھا۔ اور ایک دوسری شاہنشاہیت کی صبح کاذب ہندوستان کے مشرق میں صبح صادق بنتی جا رہی تھی۔"

مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی شاہنشانہ عظمت سے اس کا آغاز ہوا اور خاتمہ اس فدائے ملک وملّت کی شہادت پر ہوا، جس کو دنیا سلطان ٹیپو کے نام سے پہچانتی ہے۔ جس کے خونِ شہادت میں لتھڑے ہوئے جنازے کو دیکھکر انگریز فاتح کی زبان بے ساختہ پکار اٹھی تھی۔ آج ہندوستان ہمارا ہے

دہلی کی تباہی سے خود خواجہ میر درد کتنے متاثر تھے، اس کا اظہار انہوں نے نالۂ درد میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:- شہر مبارک دلّی کہ روضہ مقدسہ حضرت قبلہ کونین قدسنا اللہ بنصرہ وسترہ درآں است وخدایش تا قیامت آباد دارد وعجب گلستانے بود وحالا پامال خزاں حوادث زمانہ گشتہ و طرفہ انہار واشجار وآبادیہا ومردمانِ ہر جنس داشت واکنوں تاراج صدمات وہر شدہ بہر وجہ در تمام روئے زمین چوں روئے محبوباں ماہ وشش ومانند سبزہ خط ریشاں دلکش بود۔"

دہلی کہ خراب کردہ اکنوں دہرش
جاری شدہ اشک ہا بجائے نہرش
بوداست ایں شہر مثل روئے خوباں
چوں خطِ بتاں بود سواد شہرش

(از دیوان درد)